www.pklibrary.net

تُلّادَان

www.pklibrary.net

تلادان

دھوبی کے گھر کہیں گورا چٹا چھوکرا پیدا ہو جائے تو اس کا نام بابو رکھ دیتے ہیں۔ سادھو رام کے گھر 'بابو' نے جنم لیا اور یہ صرف بابو کی شکل و صورت پر ہی موقوف نہیں تھا۔ جب وہ بڑا ہوا تو اس کی تمام عادتیں بابوؤں جیسی تھیں ماں کو حقارت سے 'اے یو' اور باپ کو 'چل بے' کہنا اُس نے نہ جانے کہاں سے سیکھ لیا تھا۔ وہ اُس کی رعونت سے بھری ہوئی آواز، پھونک پھونک کر پاؤں رکھنا، جوتوں سمیت چوکے میں چلے جانا، دودھ کے ساتھ بالائی نہ کھانا سبھی صفات بابوؤں والی ہی تو تھیں۔ جب وہ تحکمانہ انداز سے بولتا اور چل بے کہتا۔ تو سادھو رام ... "خی خی .... بالکل بابو" کہہ کر اپنے زرد زرد دانت نکال دیتا اور پھر خاموش ہو جاتا۔

بابو جب سکھ نندن، امرت اور دوسرے امیر زادوں میں کھیلتا تو کسی کو معلوم نہ ہوتا۔ کہ یہ اُس مالا کا منکا نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایشور نے سب جیو جنتو کو نرنگار کر کے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ کوئی بولی وولی نہیں دی۔ یہ نادار لکھ پتی، مہا براہمن، بھنوٹ، ہریجن، لنگوا فرینکا سب کچھ بعد میں لوگوں نے خود ہی ایجاد کیا ہے۔

www.pklibrary.net

بدھئی کے پروا میں سکھ نندن کے ماں باپ کھاتے پیتے آدمی تھے اور سادھو رام اور دوسرے آدمی انہیں کھاتے پیتے دیکھنے والے .. سکھ نندن کا جنم دن آیا۔ تو پروا کے بڑے بڑے نیتا گگن دیو بھنڈاری ڈال چند، گنپت مہا براہمن وغیرہ کھانے پر مدعو کئے گئے۔ ڈال چند اور گنپت مہا براہمن دونوں موٹے آدمی تھے۔ اور قریب قریب ہر ایک دعوت میں دیکھے جاتے تھے۔ اُن کی اُبھری ہوئی توند کے نیچے پتلی سی دھوتی میں لنگوٹ، بھاری بھر کم جسم پر ہلکا سا جینو، لمبی چوٹی، چندن کا ٹیکا دیکھ کر بابو جلتا تھا۔ اور بھلا یہ بھی کوئی جلنے کی بات تھی۔ شاید ایک ننھا سا نازک بدن بابو بننے کے بعد انسان ایک بدزیب بے ڈول سا پنڈت بننا چاہتا ہے ——————

—————— اور پنڈت بننے کے بعد ایک پست ضمیر گناہگار انسان اور اچھوت ... ڈال چند اور گنپت مہا براہمن کے چلن کے متعلق بہت سی باتیں مشہور تھیں۔ یہ انسانی فطرت کی نیرنگی ہر جگہ کرشمے دکھاتی ہے۔

بابو نے دیکھا۔ جہاں بھنڈاری اور مہا براہمن بھنوٹ آئے ہوئے تھے، وہاں عمداں مراسن، ہرکھو، جڑئی وادا کا رندے اور دو تین چھوٹی پتلیں اور دونے اٹھانے والے جھیور بھی دکھائی دے رہے تھے۔ جب دس پندرہ آدمی کھانے سے فارغ ہو جاتے تو جھیور پتلوں اور دونوں سے بچی کھچی چیزیں ایک جگہ اکٹھی کرتے جمعدارنی صحن میں ایک جگہ چادر

www.pklibrary.net

کا پلہ بچھائے بیٹھی تھی۔ وہ سب بچی کھچی چیزیں، حلوہ، دال، توڑے ہوئے لقمے، پکوڑیاں ملے ہوئے آلو مٹر اور چاول اُس بچی ہوئی چادر یا ایلومینیم کے ایک بڑے سے زنگ آلودہ تسلے میں ڈال دیتے۔ اُس کے سامنے سب چیزیں کھچڑی دیکھ کر بابو رہ نہ سکا۔ بولا۔

"جمعدارنی ـــــ کیسے کھاؤ گی یہ سب چیزیں؟"

جمعدارنی ہنس پڑی، ناک سکیڑتی ہوئی بولی "جیسے تم روٹی کھاتے ہو"۔

اس عجیب اور سادہ سے جواب سے بابو کی رعونت کو ٹھیس لگی۔ بولا "کتنی ناسمجھ ہو تم . . . . اتنی سی بات نہ سمجھیں۔ تبھی تو تم لوگ جوتوں میں بیٹھنے کے لائق ہو"۔

حلال خوری کی اکڑ زبانزد عام ہے۔ ماتھے پر تیوری ڈالتی ہوئی جمعدارنی بولی۔

اور تم تو عرش پر بیٹھنے کے لائق ہو . . . ہے نا؟"

"یونہی خفا ہو گئیں تم تو" بابو بولا "میرا مطلب تھا۔ سالن میں حلوہ، پکوڑیوں میں آلو مٹر، پلاؤ میں فرنی، یہ تمام چیزیں کھچڑی نہیں بن گئیں کیا؟"

جمعدارنی نے کوئی جواب نہ دیا۔

بھنڈاری اور مہا برا ہمن کو اچھی جگہ پر بٹھایا گیا۔ وہ سادھوؤں کی سی رودرکش کی مالا گلے میں ڈالے کنکھیوں سے بار بار عمداں اور جمعدارنی

www.pklibrary.net

کی طرف دیکھتے رہے۔ عمداں جمعدارنی کے قریب ہی بیٹھی تھی، ہر کھوجڑی دادا دھوپ میں بیٹھے ہوئے کھاتے پیتے آدمیوں کا منہ دیکھ رہے تھے کب وہ سب کھا چکیں تو انہیں بھی کچھ میسر ہو۔ بابو نے دیکھا عمداں کے قریب ہی ایندھن کی اوٹ میں اُس کی اپنی ماں بیٹھی تھی۔ اس کے قریب برتن مانجھنے کے لئے راکھ اور نیم سوختہ اوپلے پڑے تھے۔ اور راکھ سے اس کا لہنگا خراب ہو رہا تھا۔ قمیص بھی خراب ہو رہی تھی۔ خیر! قمیص کی تو کوئی بات نہ تھی۔ وہ تو کسی کی تھی۔ اور دھلنے کے لئے آئی تھی۔ ایک دفعہ دھو کر بابو کی ماں نے پہن لی تو کچھ نہیں بگڑ گیا۔ پرماتما بھلا کرے بادلوں کا کہ انہی کی مہربانی سے ایسا موقع میسر ہوا۔

جب اپنے دوست سکھی نندن کو ملنے کے لئے بابو نے آگے بڑھنا چاہا تو ایک شخص نے اُسے چپت دکھا کر وہیں روک دیا۔ اور کہا "خبردار! دھوبی کے بچے . . . دیکھتا نہیں کدھر جا رہا ہے۔" بابو تھم گیا۔ سوچنے لگا۔ کہ اُس کے ساتھ لڑے یا نہ لڑے۔ جھیور کا تنومند جسم دیکھ کر دب گیا۔ اور یوں بھی وہ ابھی بچہ تھا۔ بھلا اتنے بڑے آدمی کا کیا مقابلہ کرے گا۔ اُس نے ایک اداس اچٹتی ہوئی نظر سے اچھی جگہ پر بیٹھ کر کھانے والوں اور نیم سوختہ اوپلوں کی راکھ اور جوتوں میں پڑے ہوئے انسانوں کو دیکھا۔ اور دل میں کہا۔ اگرچہ سب ننگے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ایک کا رندے اور براہمن میں کتنا

www.pklibrary.net

فرق ہے۔

پھر دل میں کہنے لگا۔ سکھ نندن اور بابو میں کتنا فرق ہے۔ اور ہلکی سی ایک ٹیس اُس کے کلیجہ میں اُٹھی۔ حقیقت تو بابو کے سامنے تھی۔ مگر اتنی مکروہ شکل میں کہ وہ خود اُسے دیکھنے سے گھبراتا تھا۔ بابو دل ہی دل میں کہنے لگا۔ ہم لوگوں کے وجود ہی سے تو یہ لوگ جیتے ہیں۔ دن کی طرح اُجلے اُجلے کپڑے پہنتے ہیں۔۔۔۔" دراصل بابو کو بھوک لگ رہی تھی۔ دہی پکوڑیوں، حلوہ مانڈے کے خیال میں اس مکروہ حقیقت تو کیا وہ اپنے وجود سے بھی بے نیاز ہو گیا۔ گرم گرم پوریوں کی صبر آزما خوشبو اُس کے دماغ میں بسی جا رہی تھی۔ اچانک اُس کی نظر عمداں پر پڑی۔ عمداں کی نظر بھی ٹوکری میں گھی میں بسی ہوئی پوریوں کے ساتھ ساتھ جاتی تھی۔ جب سکھ نندن کی ماں قریب سے گذری تو اُس کو متوجہ کرنے کے لئے عمداں بولی۔

"جمانی۔۔۔۔ ذرا حلوائی کو ڈانٹو تو۔۔۔۔ اے دیکھتیں نہیں کتنا گھی بہ رہا ہے جمیں (زمیں) پر"۔

جمانی کڑک کر بولی۔

"ارے او کشنو۔۔۔۔ حلوائی کو کہنا۔ ذرا پوریاں کڑاہی میں دبائے رکھے"۔

بابو ہنسنے لگا۔ عمداں کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔ بابو جانتا تھا کہ عمداں

www.pklibrary.net

وہ سب باتیں محض اس وجہ سے کہہ رہی ہے کہ اُس کا اپنا جی پوریاں کھانے کو بہت چاہتا ہے۔ گو جمعدارنی کی توجہ کو کھینچنے والے فقرے سے اُس کی خواہش کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ متعجب تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ جس طرح اُس نے عمداں کے اُن غیر متعلق لفظوں میں چھپے ہوئے اصلی مطلب کو پالیا ہے۔ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ اُس کی خاموشی میں کوئی اُس کی بات کو پالے۔ آخر خاموشی گفتگو سے زیادہ معنی خیز ہوتی ہے۔

اُس وقت سکھ نندن تُل رہا تھا۔ خوبصورت ترازو کے ایک پلڑے میں بیٹھا چاروں طرف دیکھ کر مسکراتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف گندم کا انبار لگا تھا۔ گندم کے علاوہ چاول باس متی، چنے، اُڑد، موٹے ماش اور دوسری اس قسم کی اجناس بھی موجود تھیں۔ سکھ نندن کو تول تول کر لوگوں میں اجناس بانٹی جا رہی تھیں۔ بابو کی ماں نے بھی پلہ بچھایا۔ اُسے بھی گندم کی وھڑی مل گئی۔ وہ سکھ نندن کی درازیٔ عمر کی دعائیں مانگتی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔ بابو نے نفرت سے اپنی ماں کی طرف دیکھا گویا کہہ رہا ہو۔ چھی! انہیں کپڑوں کی دُھلائی پر قناعت ہی نہیں۔ تبھی تو ہر ایک کی میل نکالنے کا کام ایشور نے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ اور تم بھی جمعدارنی کی طرح جوتوں میں بیٹھنے کے لائق ہو۔ تمہاری کوکھ سے پیدا ہو جانے والے بابو کو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ آگے بڑھنے پر لوگ اُسے چپت دکھاتے ہیں۔ ہائے! تیری یہ پھٹی

www.pklibrary.net

ہوئی، بے قناعت آنکھیں گندم سے نہیں قبر کی مٹی سے پُر ہوں گی۔ قریب سے ماں گذری تو بابو بولا "اے بُوا"

پھر بابو سوچنے لگا۔ رام جانے میرا جنم دن کیوں نہیں آتا میری ماں مجھے کبھی نہیں تولتی۔ جب سکھ نندن کو اُس کے جنم دن کے موقع پر تول کر اجناس کا دان کیا جاتا ہے تو اُس کی سبھی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ اُسے سردی میں برف سے زیادہ ٹھنڈے پانی اور گرمیوں میں بھیجا جلا دینے والی دھوپ میں کھڑا نہیں ہونا پڑتا۔ بالوں میں لگانے کے لئے خاص لکھنؤ سے منگوایا ہوا آملے کا تیل ملتا ہے جیب پیسوں سے بھری رہتی ہے۔ بخلاف اُس کے میں تمام دن صابن کی جھاگ بناتا رہتا ہوں سکھ نندن اس لئے صابن کے بلبلوں کو پسند کرتا ہے۔ کہ وہ بلبلے اور اُن میں چمکنے والے سات رنگ اُسے ہر روز نہیں دیکھنے پڑتے۔ یوں کپڑے نہیں دھونے ہوتے... سکھی کی دنیا کو کتنی ضرورت ہے۔ خاص کر اُس کے ماں باپ کو میرے ماں باپ کو میری ذرا بھی ضرورت نہیں۔ ورنہ وہ مجھے بھی جنم دن کے موقع پر پونی تولتے۔ اور جب سے ننھی پیدا ہو گئی ہے ——— چرٹیل، ڈائن، اُسی دن سے میری چائے کی ایک پیالی بھی بند ہو گئی ہے... کہتے ہیں بلا ضرورت دنیا میں بھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہ باتھو جو نالی کے کنارے اُگ رہا ہے۔ بظاہر ایک فضول سا پودا ہے۔ جب اُس کی بھجیا بنتی ہے۔ تو مزا ہی تو

www.pklibrary.net

آجاتا ہے . . . . اور پوریاں!

بابو کی ماں نے آواز دی۔

"بابو . . . . ارے او بابو"

اس وقت سکھ نندن بابو کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اب بابو کو امید بندھی۔ کہ وہ خوب ضیافت اڑا سکے گا۔ بابو اُس چھپنے والی دھوپ کو بھی بھول گیا۔ جو برسات کے بعد تھوڑے سے عرصہ کے لئے نکلتی ہے۔ اور اُس تھوڑے سے عرصہ میں ہی اپنی تب و تاب ختم کر دینا چاہتی ہے۔ اُس نے ماں کی آواز پر کان نہ دھرا۔ اور کان دھرتا بھی کیوں؟ ماں کو اس کی کیا ضرورت تھی ضرورت ہوتی تو وہ اس کا جنم دن نہ مناتی۔ وہ تو شاید اس دن کو کوستی ہوگی جس دن وہ پیدا ہو گیا . . . . اگرچہ باتھو کی بھیا بڑی ذائقہ دار ہوتی ہے۔

"بابو . . . . . ارے او بابو کے بچے۔ آتا کیوں نہیں؟" بابو کی ماں کی آواز آئی۔

"بابو جاؤ . . . . ابھی میں نہیں آسکتا" سکھ نندن نے کہا۔ اور پھر ایک مغرورانہ انداز سے اپنے زرد و خستہ کوٹ اور بابو کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کل آنا بھائی . . . . دیکھتے نہیں ہو، آج مجھے فرصت ہے؟ جاؤ"

عمداں کو پوریاں مل گئی تھیں۔ وہ جمجانی کو فرشی سلام کر رہی تھی۔ بابو نے سوچا تھا۔ کہ شاید مسکراتا ہوا سکھی نندن اُس کی خاموشی میں اسکے

www.pklibrary.net

من کی بات کو پالیگا۔ مگر سکھ نندن کو آج بابو کا خیال کہاں آتا تھا۔ آج ہر چھوٹے بڑے کو سکھی کی ضرورت تھی۔ پر سکھی کو کسی کی ضرورت نہ تھی۔ اپنی عظمت اور بابو کے سادہ اور بوسیدہ، ٹاٹ کے سے کپڑوں کو دیکھ کر وہ شاید اُس سے نفرت کرنے لگا تھا۔ اپنی عدیم الفرصتی کا اظہار کرتے ہوئے اُس نے گویا بابو کی رہی سہی رعونت کو مٹی میں ملا دیا۔ پھر بابو کی ماں کی کرخت آواز آئی۔

"بابو۔۔۔ تیرا ستیاناس، طون (طاعون) مارے۔۔۔ گھس جائے تیرے پیٹ میں ماتا کالی۔۔۔ آتا کیوں نہیں۔ دو سو کپڑے پڑے ہیں۔ ۔۔۔ لہر گیرنے والے ہیں تو رو رہی ہوں تیری جان کو۔۔۔"

بابو کو یہ محسوس ہوا۔ کہ نہ صرف سکھ نندن نے اُس کے جذبات کو ٹھیس لگائی ہے۔ اور وہ اُس کے ساتھ کبھی نہیں کھیلے گا۔ بلکہ اُس کی اپنی ماں جس کے پیٹ سے وہ ناحق پیدا ہوا تھا۔ وہی عورت جس سے اُسے دُنیا میں سب سے زیادہ پیار کی توقع ہے۔ وہ اُس سے ایسا سلوک کرتی ہے۔ کاش! میں اس دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اور اگر ہوتا تو یوں بابو نہ ہوتا۔ میری مٹی یوں خراب نہ ہوتی۔ آخر میں سکھی سے شکل و عقل میں بڑھ چڑھ کر نہیں؟

سکھ نندن کے جنم دن کو ایک مہینہ ہو گیا۔ تُلا دان کی آئی ہوئی گندم پسی۔ پس کر اس کی روٹی بنی۔ بابو کے ماں باپ نے کھائی۔ مگر بابو نے

www.pklibrary.net

وہ روٹی کھانے سے انکار کر دیا جتنی دیر تلاون کا آٹا گھر میں رہا۔ وہ روٹی اپنے چچا کے ہاں کھاتا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جس طرح مانگے تانگے کی چیزیں کھا کھا کر اُس کے ماں باپ کی ذہنیت غلامانہ ہو گئی ہے۔ وہ روٹی کھا کر اُس میں بھی وہ بات آجائے۔ گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوئی روٹی سے تو دودھ ٹپکتا ہے مگر حرام کی کمائی سے خون۔۔۔۔ اور غلامی خون بنکر اُسکے رگ وریشہ میں سما جائے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ سادھورام حیران تھا۔ بابو کی ماں حیران تھی۔ چچا جس پر اُس کی روٹی کا بوجھ جبراً پڑ گیا تھا۔ حیران تھے۔ چچی ناک بھوں سکیڑتی تھی اور جب گھر میں اس انوکھے بائیکاٹ کا چرچا ہوتا تو سادھورام یکدم کپڑوں پر لمبر گیرنے، چھوڑ دیتا۔ اور زرد زرد دانت نکالتے ہوئے کہتا۔

"خی خی۔۔۔ بابو ہے نا"

سکھنندن نے اب بابو میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھی۔ بابو جس کا کام سے جی اچاٹ رہتا تھا۔ اب دن بھر گھاٹ پر اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتا۔ بابو اب اس کے ساتھ نہیں کھیلتا تھا۔ ہریا کے تالاب کے کنارے ایک بڑی سی کروٹن چیل پر وہ اور اُسکے دو ایک ساتھی سکول کے وقت کے بعد، کُان پتہ، کھیلا کرتے تھے۔ اب وہ جگہ بالکل سونی پڑی رہتی تھی۔ قریب بیٹھے ہوئے ایک سادھو جن کی کٹیا میں بچے اپنے بستے رکھ دیتے تھے۔ کبھی کبھی چرس کا ایک لمبا کش لگاتے ہوئے پوچھ لیتے "بیٹا! اب کیوں نہیں آتے

www.pklibrary.net

کھیلنے کو۔" اور سکھی نندن کہتا۔ "بابو ناراض ہو گیا ہے بادا . . . ." پھر مہاتما جی ہنستے۔ اور چرس کا ایک دم اُلٹا دینے والا کش لگاتے اور کھانستے ہوئے کہتے۔

"اوہوں . . . . . ہوں . . . . . واہ رے پٹھے . . . . . آخر بابو جو ہوا تو!"

اُس وقت سکھی نندن غرور سے کہتا۔ "اکڑتا ہے بابو تو اکڑا کرے . . . . . اُس کی اوقات کیا ہے دھوبی کے بچے کی؟"

. . . . . مگر بچوں کو اپنے ساتھ کھیلنے کے لئے کوئی نہ کوئی چاہیئے کھیل میں کسی طرح کی ذات پات اور درجہ کی تمیز نہیں رہتی حقیقت میں چند سالوں کی ہی تو بات تھی۔ جب کہ وہ یکساں ننگے پیدا ہوئے تھے اور اُس وقت تک اُن میں نادار، لکھپتی، مہا براہمن، بھنوٹ، ہریجن ——— اور اس قسم کی فضول باتوں کے متعلق خیال آرائی کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی تھی۔

سکھ نندن اپنی تمام مصنوعی عظمت کو کینچلی کی طرح اتار پھینک بابو کے ہاں گیا۔ بابو اُس وقت دن بھر کام کر کے تھک کر سو رہا تھا۔ ماں نے جھنجوڑ کر جگایا۔ بولی۔ "اُٹھ بیٹا . . . . . اب کھیلنے کبھی نہ جاؤ گے کیا؟ سکھی آیا ہے۔" بابو آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا۔ چارپائی کے نیچے اُس نے بہت سے

www.pklibrary.net

میلے کچیلے اور اُجلے اُجلے کپڑے دیکھے۔ کپڑے جو کہ پیدائش ہی سے ایک سکھی نندن اور بابو میں امتیاز و تفرقہ پیدا کر دیتے ہیں۔۔۔۔ بابو چارپائی پر سے فرش پر بکھرے ہوئے کپڑوں پر کود پڑا۔ دل میں ایک لطیف گدگدی سی پیدا ہوئی کئی دنوں سے وہ کھیلا نہیں تھا۔ اور اب شاید اپنی اکتسابی رعونت پر پچھتا رہا تھا۔ بابو کا جی چاہتا تھا۔ کہ پھلانگ کر برامدے سے باہر چلا جائے۔ اور سکھی سے بغلگیر۔۔۔۔ اور کیا انسان کی انسان کے لئے محبت کپڑوں کی حد سے نہیں بڑھ جاتی؟ کیا سکھی کنچلی نہیں اُتار آیا تھا؟ بابو چاہتا تھا کہ دونوں بھائی رہے سہے کپڑے اتار کر ایک سے ہو جائیں۔ اور خوب کھیلیں، خوب۔۔۔۔۔ برآمدے میں کبوتروں کے کابک کے پیچھے جالی کے درمیان میں سے بابو کی نظر سکھی پر پڑی، جو پُرامید نظریں اُسکے گھر کے دروازے پر گاڑے کھڑا تھا۔ یکایک بابو کو سکھی کے جنم دن کی بات یاد آگئی۔ وہ دل مسوس کر رہ گیا۔ کبوتروں کی جالی میں اُسے بہت سی بیٹیں نظر آ رہی تھیں، اور بہت سے سراج، لکہ اور دیسی قسم کے کبوتر گھوں گھوں کرتے ہوئے اپنی گردنوں کو پھلا رہے تھے۔ ایک نر پھول پھول کر مادہ کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ بابو نے بھی اپنی گردن کو پھلا لیا۔ اور گھوں گھوں کی سی آواز پیدا کرتا ہوا چارپائی پر واپس جا لیٹا۔ پھر اُسے خیال آیا سکھی دھوپ میں کھڑا جل رہا ہے۔ مگر پھر وہ ایک فیصلہ کن لائحہ عمل

www.pklibrary.net

مرتب کرتے ہوئے چارپائی پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ آخر وہ بھی تو کتنا ہی عرصہ اُس کے گھر کے صحن میں برسات کی چلچلاتی دھوپ میں کھڑا رہا تھا اور اُس نے اُس کی کوئی پروانہ کی تھی . . . . امیر ہو گا۔ تو اپنے گھر میں۔

"اسے کہدو . . . . وہ نہیں آئیگا ماں . . . . کہو اُسے فرصت نہیں ہے فرصت" بابو نے کہا۔

"شرم تو نہیں آتی تجھے" ماں نے کہا۔ "اتنے بڑے سیٹھوں کا لڑکا آوے تجھے بلانے کے لئے اور تو یوں پڑ رہے . . . گدھا!"

بابو نے کہنیاں ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانے کا۔ ماں"۔

ماں نے بُرا بھلا کہا۔ تو بابو بولا "سچ سچ کہدوں ماں۔ میں جانتا ہوں۔ میری کسی کو بھی ضرورت نہیں . . . . . واویلا کرو گی۔ تو میں کہیں چلا جاؤں گا۔"

ماں کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اُس وقت ننھی بلند آواز سے رٹنے لگی۔ اور ماں اُسے دودھ پلانے میں مشغول ہو گئی۔

بدھئی کے پروا میں سیتلا (چیچک) کا زور تھا۔ پُروا کی عورتیں بندریوں کی طرح اپنے اپنے بچوں کو کلیجوں سے لگائے پھرتی تھیں پڑوسن کی دہلیز تک نہیں پھاندتی تھیں۔ کہیں بُرا نہ پکڑ لیں۔ اور سیتلا ماتا تو یوں بھی بڑی غصیلی ہیں . . . ڈال چند کی لڑکی، مہابراہمن

www.pklibrary.net

کے دو بھتیجے سب کو سیتلا ماتا نے درشن دیا۔ اُن کی مائیں گھنٹوں ان کے سرہانے بیٹھ کر سچے موتیا کے ہار رکھ کر گوری میّا گاتی رہیں۔ اور دیوی ماتا سے پرارتھنا کرتی رہیں۔ کہ ان پر اپنا غصہ نہ نکالے۔ جب بچے راضی ہو جاتے تو مندر میں ماتھا ٹیکنے کے لئے لے جاتیں۔ ماتا تو ہر ایک قسم کی خواہش پوری کرتی تھی۔ جب سیتلا کا غصہ ٹلا اور بُو کچھ کم ہوئی۔ تو پُروا والوں نے سیتلا کی مورتی بنائی۔ اُسے خوب سجایا۔ سکھی نندن کے باپ نے مونگے کی مالا سیتلا ماتا کے گلے میں ڈالی۔ سب نے ملکر عزت و تکریم سے ماتا کو مندر سے نکالا۔ اور ایک سجی ہوئی بہلی میں براجمان کیا۔ اور بہلی کو گھسیٹتے ہوئے گاؤں سے باہر چھوڑنے کے لئے لے گئے۔ پُروا کے سب بوڑھے بچے جلوس میں اکٹھے ہوئے۔ پیتل کی کھڑتالیں، ڈھول ڈھمکے بجتے جا رہے تھے۔ لوگ چاہتے تھے کہ کر دو دھی ماتا کو ہریا کے تالاب کے پاس مہاتما جی کی کٹیا کے قریب اُن ہی کی نکہپانی میں چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ ماتا اس گاؤں سے کسی دوسرے گاؤں کا رُخ کرے۔ وہ ماتا کو خوشی خوشی روانہ کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ اُن پر اُلٹی نہ برس پڑے۔ سکھی بھی جلوس کے ساتھ گیا۔ بابو بھی شامل ہوا۔ نہ بابو کو سکھی کے بلانے کی جرأت پیدا ہوئی۔ نہ سکھی کو بابو کے بلانے کی۔ ہاں کبھی کبھی وہ کنکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھ لیتے تھے۔

www.pklibrary.net

ہریا کے تالاب کے پاس ہی دھوبی گھاٹ تھا۔ ایک چھوٹی سی نہر کے ذریعہ تالاب کا پانی گھاٹ کی طرف کھینچ لیا جاتا تھا۔ گھاٹ تھا بہت لمبا چوڑا۔ قریب کے قصبوں میں سے دھوبی کپڑے لے آیا کرتے تھے۔ اسی گھاٹ پر بابو اور اسکے بھائی بند، باپ دادا دہی ایک گانا، اُسی پرانی سُرتال سے گاتے ہوئے کپڑے دھوئے جاتے۔ ایک دن گھاٹ پر سارا دن بابو سکھی کے بغیر شدت کی تنہائی محسوس کرتا رہا۔ کبھی کبھی اکیلا ہی کروٹن چیل کے بل کھاتے ہوئے تنوں پر چڑھ جاتا اور اتر آتا۔ گویا سکھی کیساتھ کان پکڑ کھیل رہا ہو کھیل میں لطف نہ آیا۔ تو وہ اینٹوں کے ڈھیر میں رکھی ہوئی سیتلا ماتا کی مورتی کو دیکھنے لگا۔ اور پوچھنے لگا۔ آیا وہ اس گاؤں سے چلی گئی ہیں یا نہیں۔ ماتا کچھ کروپ (بدشکل) ناراض، دکھائی دیتی تھیں۔ شام کو بابو گھر آیا۔ تو اُسے ہلکا ہلکا تپ تھا۔ جو کہ بڑھتا گیا۔ بابو کو اپنی سدھ بدھ نہ رہی۔ ایک دفعہ بابو کو ہوش آئی۔ تو دیکھا۔ ماں نے موتیا کا ایک ہار اُس کی چارپائی پر رکھا تھا۔ قریب ہی ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا کورا گھڑا تھا۔ گھڑے کے منہ پر بھی موتیا کے ہار پڑے تھے اور ماں ایک نیا خریدا ہوا پنکھا ہلکے ہلکے ہلا ہلا کر منہ میں گوری میّا گنگنا رہی تھی۔ پنکھا مرتے ہوئے آدمی کی نبض کی طرح آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔ اور الگنی پر سُرخ پھلکاریوں کے پردے بابو کی بوڑھی دادی کی جھریوں کی طرح لٹک رہے تھے۔ اور یہ سامان سب کچھ ماتا کی عزت کی وجہ سے کیا گیا تھا

www.pklibrary.net

بابو نے اپنی پلکوں پر منوں بوجھ محسوس کیا۔ اُسے تمام بدن پر کانٹے چبھ رہے تھے۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے اُسے کسی بھٹی میں جھونک دیا گیا ہو۔

دو تین دن تو بابو نے پہلو تک نہ بدلا۔ ایک دن ذرا سا افاقہ ہوا۔ صرف اتنا کہ وہ آنکھیں کھول کر دیکھ سکتا تھا۔ آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا۔ سکھی اور اس کی ماں دروازے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ سیٹھانی نے ناک پر دوپٹہ لے رکھا تھا۔ دراصل وہ دروازے میں اس لئے بیٹھے تھے۔ کہ کہیں بو نہ پکڑ لیں۔ مگر بابو نے سمجھا۔ آج اِن لوگوں کا غرور ٹوٹا ہے۔ اُس نے دل میں ایک خوشی کی لہر محسوس کی۔ ایک جیوتشی جی سادھو رام کو بہت سی باتیں بتا رہے تھے، انہوں نے ناریل، بتاشے، کھمنی، منگوائی سادھو رام کبھی کبھار اپنا ہاتھ بابو کے تپتے ہوئے ماتھے پر رکھ دیتا۔ اور کہتا ——

"بابو۔۔۔۔ او بابو۔۔۔۔ بیٹا بابو؟"

جواب نہ ملتا۔ تو ایک مکا سا اس کے کلیجہ میں لگتا۔ اور وہ گم ہو جاتا۔

بابو نے بمشکل تمام کانٹوں کے بستر پر پہلو بدلا۔ پھول ہاتھ سے سرکا کر سرہانے کی طرف رکھ دیئے۔ گلے میں تلخی سی محسوس کی۔ ہاتھ بڑھایا تو ماں نے پانی دیا۔ بابو نے دیکھا۔ اُس کے ایک طرف گندم کا ڈھیر لگا

www.pklibrary.net

ہوا تھا۔ جیوتشی جی کے کہنے پر بابو کی ماں نے اُسے آہستہ سے اُٹھایا۔ اور ایک طرف لٹکتے ہوئے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا۔ ترازو کے دوسرے پلڑے میں گندم اور دوسری اجناس ڈالنی شروع کیں۔ بابو نے اپنے آپ کو تلتا ہوا دیکھا۔ تو دل میں ایک خاص قسم کا روحانی سکون محسوس کیا۔ چار دن کے بعد آج اُس نے پہلی مرتبہ کچھ کہنے کے لئے زبان کھولی اور اتنا کہا۔

"اماں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ گندم اور ماش کی دال دے دو۔ سکھی کی ماں کو۔ ۔ ۔ ۔ کب سے بیٹھی ہے بچاری۔"

سادھو رام نے پھر اپنا ہاتھ بابو کے تپتے ہوئے ماتھے پر رکھ دیا اُسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی چند بوندیں گر کر فرش پر بکھرے ہوئے کپڑوں میں جذب ہو گئیں۔ سادھو رام نے کپڑوں کو ایک طرف ہٹایا۔ اور بولا۔

"پنڈت جی ۔ ۔ ۔ ۔ دان سے بوجھل ٹل جائے گا؟ ۔ ۔ ۔ میں تو گھر بار بیچ دوں ۔ ۔ ۔ پنڈت جی ۔ ۔ ۔"

بابو کی ماں نے سسکیاں لیتے ہوئے سیٹھانی جی کو کہا۔

"مالکن ۔ ۔ ۔ ۔ کل نینی تال جاؤ گی؟ ۔ ۔ ۔ کل ۔ ۔ ۔ نہیں تو پرسوں ملیں گے کپڑے ۔ ۔ ۔ ہائے مالکن! تمہیں کپڑوں کی پڑی ہے۔"

بابو کو کچھ شک سا گذرا۔ اُس نے پھر تکلیف سہ کر پہلو بدلا اور بولا۔

"اماں ۔ ۔ ۔ ۔ اماں ۔ ۔ ۔ ۔ آج میرا جنم دن ہے؟"

www.pklibrary.net

اب سادھو رام کے سوتے پھوٹ پڑے۔ ایک ہاتھ سے گلے کو دباتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں بابو بیٹا . . . . آج جنم دن ہے تیرا . . . بابو . . . بیٹا!"

. . . بابو نے اپنے جلتے ہوئے جسم اور روح پر سے تمام کپڑے اتار دیئے۔ گویا ننگا ہو کر سکھی ہو گیا۔ اور منوں بوجھ محسوس کرتے ہوئے آنکھیں آہستہ آہستہ بند کر لیں!